دینی مدارس……فوائد و برکات

مولانا مفتی فیض اللہ آزاد

(۲) مدارس عربیہ دینیہ کا نظام تعلیم و تربیت

مدارس عربیہ کا نصاب تعلیم سے زیادہ نظام تعلیم کی اصلاح کی حاجت ہے، نظام تعلیم سے میری مراد ایک وسیع مفہوم ہے جس میں طلبہ کی تربیت ونگرانی، طلبہ کا علمی معیار، طلبہ کا اخلاقی معیار، تدریس کا طریقہ، (کن کن مضامین پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت) طلبہ کی ذہنی تربیت کے لیے کیا کیا ذرائع اختیار کیے جائیں؟ طلبہ میں علمی استعداد پیدا کرنے کے لیے ترغیب وترہیب کے کیا کیا وسائل ہونے چاہئیں؟ غرض صلاح وتقویٰ، علمی معیاری قابلیت، اخلاص وعمل کی روح پیدا کرنے کے لیے کن کن تدابیر کو کام میں لایا جائے؟ جب تک طلبہ میں امراض نہیں تھے، دماغوں میں جدوجہد کا جذبہ موجود تھا، طبیعتیں علمی مسابقت سے سرشار تھیں، اساتذہ میں اخلاص وتعلق مع اللہ کی روح جلوہ گر تھی اور تعلیم وتعلم دونوں کا مقصد خدمت علم وخدمت دین تھا یا کم از کم حصول علم میں ان تدابیر کی حاجت نہیں تھی، لیکن نقطہ خیال بدل گیا، تعلیم کا مقصد حصول سند ہے یا حصول ملازمت، اساتذہ میں وہ روح نہ رہی، ان کا مقصد مشاہرہ کا حصول یا مہتمم کو خوش کرنا یا پھر طلبہ سے خراج تحسین کی سند حاصل کرنا، جب یہ امراض پیدا ہوئے تو اب ضرورت ہے کہ انتہائی دل سوزی اور جان فشانی کے ساتھ اس کے علاج کی طرف توجہ کرنی چاہیے، سابق الذکر امور میں سے ہر ایک کافی تفصیل طلب ہے لیکن نظام تعلیم کی اصلاح کے لیے یہاں چند اہم امور کی اصلاح تدابیر کا اجمالی خاکہ پیش کرنا ہے۔

(۱) تدریس کا طریقہ: ۱۔ کتاب کے مشکلات کو سادے الفاظ میں اور اختصار کے ساتھ حل کرنے کی کوشش۔ ۲۔ تعبیر کے لیے عمدہ و دل نشین واضح طریقہ اختیار کریں ۳۔ کتاب کے حل کرنے میں قطعاً تسامح سے کام نہ لیا جائے ۴۔ حل کتاب کے بعد فن کی مہمات پر طلبہ کو متوجہ کیا جائے ۵۔ جس مشکل کی شرح کسی نے عمدہ کی ہے ان کا حوالہ دیا جائے اور طلبہ کو ان مآخذ سے روشناس کرایا جائے تاکہ مستعد ذہین طلبہ اپنی معلومات کو آگے بڑھا سکیں ۶۔ فضول و بیکار مباحث میں طویل تقریر کر کے طلباء سے داد تحقیق حاصل کرنا یہ تدریس کا سب سے بڑا فتنہ ہے اس کو ختم کرنا چاہیے۔

۲۔ کتابوں کے اختتام اور اول سے آخر تک تعلیم میں تطابق (یکسانیت ہو) جو کتابیں ایسی ہیں جن کا ختم کرنا ضروری ہے پوری توجہ کرنی چاہیے کہ کتاب ختم ہو جائے کوئی بحث رہ نہ جائے، جب تک کتاب ختم نہ ہو اس کا امتحان نہ لیا جائے، بلکہ تا اختتام کتاب سالانہ امتحان مؤخر کیا جائے اور اس شکل پر قابو پانے کے لیے کتابوں کو تین حصوں پر تقسیم کرنا چاہیے کہ سہ ماہی، شش ماہی، سالانہ امتحان تک کہاں سے کہاں تک کتاب پہنچ جانی چاہیے، اس کا شدت سے انتظام کیا جائے، ایسا نہ ہو کہ

ابتداء میں ماہ دو ماہ بڑی بڑی تقریریں ہوں اور آخر میں ورق گردانی (جیسا کہ ہدایہ، مشکوٰۃ اور درجہ عالیہ کی کتابوں کے ساتھ کیا جاتا ہے) جس نے علم کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی۔

۳۔ جو اساتذہ جن کتابوں کے لیے زیادہ موزوں ہوں علمی استعداد اور طبعی رجحانات کے اعتبار سے تقسیم اسباق میں اس کا خیال ضرور رکھا جائے۔

۴۔ ابتدائی دو سال کی تعلیم میں نتائج امتحانات میں نہایت سختی کی جائے، ناکام کو قطعاً کسی مراعات کی بناء پر کامیاب نہ بنایا جائے، وسط اور انتہائی تعلیم میں معقول اعذار کی بنا پر تسامح قابل برداشت ہے لیکن ابتدائی تعلیم میں ہرگز ایسا نہ کیا جائے۔

۵۔ ابتدائی تعلیم اچھے اور تجربہ کار اساتذہ کے حوالہ کرنی چاہیے جو مسائل کو عمدہ اور مفید ترین طریقے پر ذہن نشین کرنے کی قابلیت رکھتے ہوں، الغرض ابتدائی تعلیم کی عمدگی و پختگی پر بے انتہا توجہ کی ضرورت ہے، اگر اعلیٰ تعلیم کے اساتذہ کو ابتدائی درجہ کا کوئی سبق بھی دیا جائے تو اس میں بہت سے فوائد و مصالح ہیں۔

۶۔ مدرسین کو اسباق اتنے دیئے جائیں تاکہ وہ مطالعہ و تدریس کی ذمہ داری پر صحیح طریقے سے عہدہ برآ ہو سکیں، جس کا اجمالاً اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ ابتدائی درجہ کے اساتذہ کے پاس زیادہ سے زیادہ پانچ گھنٹے تعلیم کے لیے ہوں، متوسط درجات کے لیے چار گھنٹے اور آخری درجات کے لیے تین گھنٹے۔

۷۔ اساتذہ ایسے رکھے جائیں جو ہمہ تن مدرسے سے وابستہ ہوں، ایسا نہ ہو کہ صرف دو تین گھنٹے کا رسمی تعلق ہو یا کہیں ملازم ہوں، مدرسہ کے مصالح کے پیش نظر یہ صورت بہت اہم و قابل توجہ ہے۔

۸۔ اساتذہ کے انتخاب میں حسب ذیل معیار انتخاب ہو: اخلاص، تقویٰ وصلاح و اعلیٰ قابلیت اور اس فن سے مناسبت جو اس کو حوالہ ہوں، مدرسہ کے نظام سے وابستگی اور طلبہ کے تعلیمی معیار کو بلند کرنے کا جذبہ، تدریس سے شوق یہ سب باتیں بہت اہم ہیں، ان میں سے کسی ایک بات کی بھی کمی ہو تو صحیح کام نہ ہو سکے گا۔

۹۔ اساتذہ کو فن کی اعلیٰ کتابوں کی طرف مراجعت کرنی چاہیے تاکہ عمدہ معلومات طلبہ کے لیے فراہم کر سکیں، الغرض مطالعہ وجد و جہد ضروری ہے تن آسانی و راحت کوشی سے صرف سابقہ معلومات پر اکتفا نہ کرنا چاہیے، طلبہ کے اندر اعلیٰ علمی معیار پیدا کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اساتذہ اس معیار کے ہوں۔

۱۰۔ جہاں تک مقدرت ہو طلبہ کو راحت و آسائش پہنچائی جائے اور طلبہ اتنے رکھے جائیں جن کی عمدہ خدمت ہو سکے، لیکن اس کے ساتھ ان کی علمی نگرانی ہو، درس میں حاضری، رات کا مطالعہ، امتحان میں سختی، ان سب باتوں میں کوئی رعایت یا مسامحت اختیار نہ کی جائے، باقاعدہ طلبہ کے احوال کا تفقد رکھا جائے اور اس کے لیے انتظام ہو، اگر کوئی طالب علم سہ ماہی میں ناکام ہو جائے تو اس کا کھانا بند کر دیا جائے، ان امور میں تسامح و مراعات کرنا علم کو دفن کرنے کے مترادف ہے۔

۱۱۔ ابتدائی عربی درجات کے طلباء کا ماہانہ امتحان لازمی قرار دیا جائے، مقدار خواندگی متعین کی جائے کوشش ہو کہ اس حد تک کتاب پہنچ جایا کرے۔

۱۲۔ ہر درجہ کے مناسب مطالعہ کے لیے کوئی نہ کوئی کتاب منتخب کر کے متعلم کو دی جائے اس کتاب کا امتحان سالانہ لازمی قرار دیا جائے۔

۱۳۔طلبا کی اخلاقی نگرانی، عادات کی اصلاح، دینی وضع کی پابندی بے حد ضروری ہے، باجماعت نماز کی پابندی سیرت وصورت کی تربیت واصلاح کی طرف پوری توجہ ہونی چاہیے، ان امور میں تسامح زہر قاتل ہے، غیرذکی طالب علم اگر محنتی ہو وہ صالح ہو اس کو برداشت کیا جاسکتا ہے لیکن ذکی بدشوق وبداطوار ہرگز رعایت کے مستحق نہیں۔

۱۴۔مدرسہ کے ضوابط ایسے ہوں کہ طلباء خود بخود دینی وضع، صالحین کے شعار، لباس، پوشاک، خورد ونوش ومعاشرت و عبادت میں پابند ہو جائیں۔

۱۵۔امتحانات میں مسابقت وتقدم کے لیے ترغیبی وظائف رکھے جائیں، سالانہ امتحان میں اعلیٰ کامیابی پر انعامات مقرر کیے جائیں، انعامات میں بجائے نقد رقوم کے عمدہ عمدہ کتابیں دی جائیں، مثلاً حدیث میں اعلیٰ کامیابی پر حدیث کی کوئی عمدہ کتاب تفسیر میں اعلیٰ کامیابی پر تفسیر کی اعلیٰ کتاب دی جائے۔

۱۶۔ہر سال کے امتحانات میں ایک پرچہ امتحان کا ایسا ہو جس سے عام اہلیت وقابلیت وعلمی استعداد کا پتہ چلے کسی خاص کتاب سے تعلق نہ ہو، آخری فراغت علومؔ کے امتحان میں یہ تشخیص بہت ضروری سمجھی جائے۔

۱۷۔عربی ادبی زبان کی قابلیت مقاصد تعلیم میں شامل کرنی چاہیے، ابتداء سے عربی انشاء نویسی کی مشق وتمرین کا سلسلہ جاری رکھنا چاہیے، ایک گھنٹہ مخصوص تحریر عربی کا ہو جو ہر درجہ میں لازمی ہو، تین سال تعلیم حاصل کرنے کے بعد چوتھی جماعت میں تدریس کی زبان عربی ہو، مدرس عربی میں پڑھائے، طلبہ واساتذہ کے سوالات وجوابات کا سلسلہ بھی عربی میں ہونا چاہیے۔

۱۸۔طلباء میں عربی ادب کا ذوق پیدا کرنے کے لیے عربی مجلات وصحف وجرائد کا اجراء لازمی ہے اور ایک دار المطالعہ کا قیام اس مقصد کے لیے ضروری ہے۔

۱۹۔طلبہ میں تقریر وخطابت کی روح پیدا کرنے کے لیے ہفتہ وار جمعہ کی رات تقریر کرنے کے لیے مجلسیں قائم کی جائیں، ہر درجہ کے طلبہ کے لیے علیحدہ مجلس ترتیب ہو اور ہر ایک مجلس کی نگرانی وتربیت ایک استاذ کے سپرد ہو، آخری تقریر استاذ کی ہو ہر جلسہ کے لیے تقریر کا موضوع متعین ہو اور آخری استاذ کی تقریر میں تقاریر پر تنقید وتبصرہ ہو، ہر ہفتہ وار مجلس کا وقت کم از کم تین گھنٹہ ہو۔

۲۰۔مدرسہ میں طلبہ کی تکثیر جماعت وتکثیر افراد کی کوشش نہیں کرنی چاہیے، کمیت قابل التفات نہ ہو بلکہ کیفیت پر توجہ مرکوز رکھی جائے، مستعدین کی قلیل جماعت غیر مستعد نااہل کے جم غفیر سے زیادہ قابل قدر سمجھی جائے، ارباب مدارس کو تکثیر سواد کے تنافس سے بے حد نقصان پہنچا، دس صحیح طالب علموں پر سالانہ بیس ہزار کا خرچ برداشت ہونا چاہیے، لیکن سو نااہلوں پر بیس ہزار کا خرچ بھی قابل مواخذہ ہے، الغرض خطرناک وبا کی شکل میں مدارس عربیہ دینیہ میں یہ مرض پیدا ہو گیا، اس کے علاج و تدارک کی طرف پوری توجہ کی ضرورت ہے۔

۲۱۔نظام تعلیم میں عوام کو مدرسہ کی امداد پر مائل کرنے کی بجائے علم ودین کی خیر خواہی مقدم ہونی چاہیے، خالق کی رضا مخلوق کی رضا سے مقدم ہونی چاہیے، مخلوق کی رضامندی کی کوشش اور حق تعالیٰ کی رضاجوئی سے غفلت کے نتائج دینی ودنیوی خسران ہے۔

۲۲۔مدرسہ کے سالانہ بجٹ میں امتیازی وظائف وانعامی کتب کی مد ممتاز طلباء کے لیے ضروری رکھی جائے اور ہر سال اس میں اضافہ کیا جائے۔

(۲) علماء کی صحبت کے بغیر علم آزمائش وابتلاء ہے: دنیا میں ہر کمال کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ صاحب کمال کی خدمت میں رہ کر وہ کمال حاصل کرلیا جائے، معمولی سے معمولی صنائع اور عام سے عام پیشوں کے لیے بھی کسی استاذ و رہنما کی ضرورت مسلم ہے، بغیر استاذ کے نری عقل و ذہانت اور طبائع سے کوئی کمال صحیح طور پر حاصل نہیں ہوسکتا، انجینیر ی، ڈاکٹری، طبابت اور ہر صنعت وحرفت کے لیے ابتداء میں عقل کی رہنمائی کے لیے کسی استاذ کی حاجت یقینی ہے، جب انسانی عقل کے پیدا کردہ علوم وفنون کے حاصل کرنے کے لیے ایک کامل کی صحبت ضروری ہے تو علوم نبوت اور معارف انبیاء اور حقائق شریعت کے لیے استاذ و رہنما سے کیسے استغناء ہوسکتا ہے؟ کیونکہ یہ علوم ومعارف تو عقل وادراک کے دائرے سے بالاتر ہیں اور وحی ربانی کے ذریعہ سے امت کو پہنچے ہیں، آسمانی تربیت اور ربانی ہدایت وارشاد کے ذریعہ سے اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے، پھران ربانی علوم میں الفاظ سے زیادہ مربی کی توجہات اور اس کی عملی صحبت کو دخل ہوتا ہے اور تعلیم زیادہ ذہنی وفکری اور عملی تربیت ضروری ہے، اس لیے جتنی طویل صحبت ہوگی زیادہ کمال نصیب ہوگا اور مربی و رہنما جتنا باکمال ہوگا اتنا زیادہ فائدہ اور کمال حاصل ہوگا، پھران علوم نبوت کی غرض وغایت چونکہ ہدایت وارشاد اور مخلوق خدا کی رہنمائی ہے اس لیے ان کے سمجھنے میں شیطان لعین کی عداوت واضلال اور گمراہی کا شدید اندیشہ ہوتا ہے جو کمال کہ دنیوی مفاد کے لیے حاصل کرنا ہوتا ہے اس میں شیطان آرام سے بیٹھا رہتا ہے اس کو دخل کی حاجت ہی نہیں، نہ عداوت ظاہر کرنے کی ضرورت ہے لیکن جہاں آخرت وعقبیٰ اور دین کی بات ہوتی ہے تو شیطان اپنی شرارت کے لیے بے تاب ہوتا ہے، مختلف وسائل سے اپنی پوری طاقت صرف کرتا ہے کہ کسی طرح سے یہ رشد وہدایت ضلال میں تبدیل ہوجائے اور چونکہ ابلیس لعین کا سب سے بڑا کارنامہ تلبیس ہے یعنی حق و باطل میں ایسا التباس ہوجائے کہ جو چیز ظاہری صورت کے لحاظ سے خیر ہے حقیقت کے اعتبار سے شر بن جائے، پھر نفس انسانی کی کارستانیاں اس پر مستزاد ہیں، انسانی فطرت میں کبر وعجب ہے، ریاکاری وحب شہرت ہے، حب جاہ کا مرض ہے اور ایسے شدید وقوی امراض ہیں کہ مدتوں کی ریاضتوں اور مجاہدوں سے ان کا ازالہ نہیں ہوتا، اس لیے نفس وشیطان کے اثرات سے بچنے کے لیے مدتوں کسی کامل کی صحبت کی ضرورت ہے اور جب فضل الٰہی شامل حال ہو تو اصلاح ہوجاتی ہے ورنہ انسان یونہی علم وعقل کے صحراؤں میں بھٹکتا پھرتا ہے، دنیا کی علمی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ حقیقت بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ جتنے فتنے پیدا ہوئے ہیں سب اذکیاء اور طباع حضرات کے ذریعہ سے وجود میں آئے اور علمی دور میں اکثر فتنے علم کے راستے سے آئے ہیں، بلکہ علماء حق میں بھی بہت سے اذکیاء زمانہ اپنی شدت ذکاوت کی وجہ سے جمہور امت سے شذوذ اختیار کرکے غلط افکار ونظریات کا شکار ہوگئے اور وہاں زیادہ تر یہی حقیقت کارفرما رہی کہ اپنے تجرد وذکاوت پر اعتماد کرکے علمی کبر اور اعجاب بالرای کے مرض میں مبتلا ہوئے، زیادہ صحبت نہیں ملی اور کہاں سے کہاں نکل گئے۔

ہمارے اس دور میں بھی اس کے بہت سے نظائر موجود ہیں اور چونکہ علمی ذہانت تو ہوتی ہی ہے اور بسا اوقات بہت عمدہ بات بھی کہہ جاتے اور لکھ جاتے ہیں، اس لیے ان کی وہ عمدہ باتیں مزید فتنہ کا باعث بن جاتی ہیں اور جن حضرات کو زیادہ صحبت

اور علمی گہرائیاں نصیب نہیں ہیں وہ بہت جلد ان کے معتقد ہو جاتے ہیں اور شیطان تو اپنے کام میں لگا ہوا ہے جو شخصیت امت کی ہدایت وارشاد کے کام آسکتی تھی وہ امت میں زیغ وضلال کا ذریعہ بن جاتی ہے، ہر دور میں اس کی مثالیں موجود ہیں: امام غزائیؒ نے مقاصد الفلاسفۃ میں لکھا ہے کہ ''یونانیوں کے علوم، حساب، ہندسہ، عنصریات وغیرہ صحیح علوم کو دیکھ کر لوگ ان کے تمام علوم کے معتقد ہو گئے، طبعیات والٰہیات میں ان کی تحقیقات کے قائل ہو کر گمراہ ہو گئے'' امام غزائیؒ کی یہ بات بہت عجیب ہے اور بالکل صحیح ہے شیطان کو اس قسم کے مواقع میں اضلال کا بہت اچھا موقع مل جاتا ہے، بہر حال جب انتہائی علمی قابلیت بہت کم، لیکن قلمی قابلیت بہت زیادہ ہو، صحبت ارباب کمال سے یکسر محروم ہوں، طباع وذہین ہوں وہ تو بہت جلد اعجاب بالرای کی خطرناک بلا میں مبتلا ہو کر تمام امت کی تحقیر اور تمام تحقیقات امت کا استخفاف اور تمام سلف صالحین کے کارناموں کی تضحیک اور اول سے آخر تک تمام پر تنقید کر کے خطرناک گہرے گڑھ میں گر کر تمام نسل کے لیے گمراہی کا باعث بن جاتے ہیں۔ (اللھم وفقنا کماتحب وترضیٰ)

(۴) علماء وطلباء کے لیے لمحہ فکریہ: بلاشبہ دینی مدارس کا وجود سراپا خیر وبرکت اور ان کا منصب تعلیم وتعلم نہایت ہی اونچا اور لائق فخر ہے، یہ دینی مدارس انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت کے امین، شریعت الٰہی کے محافظ اور امت محمدیہ کے معلم ہیں، قرآن کریم اور احادیث نبویہ میں دین کی تعلیم وتعلم کے جو فضائل آئے ہیں ان سے کسی کو انکار کی مجال نہیں لیکن یہ منصب جتنا اعلیٰ ہے اس کی قیمت بھی اتنی اونچی ہے اور وہ صرف رضائے الٰہی اور نعیم جنت ہی ہو سکتی ہے، اگر اس گوہر بے بہا کی قیمت، متاع دنیا کو ٹھہرا لیا جائے تو اس سے بڑھ کر کوتاہ نظری اور کیا ہو سکتی ہے؟ حدیث میں صاف اور صریح وارد ہے کہ: (ترجمہ) ''جس نے وہ علم حاصل کیا جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو سکتی ہے، مگر وہ اس کو صرف متاع دنیا کے لیے حاصل کرتا ہے تو اس کو جنت کی خوشبو بھی نصیب نہ ہو گی''۔ (مسند احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، عن ابی ہریرہؓ)

سنا ہے کہ حضرت فقیہ عصر، محدث وقت، عارف باللہ مولانا خلیل احمد سہارنپوری صاحب سے کسی نے خواب بیان کیا کہ درس گاہوں کی تپائیوں کے سامنے طلبہ کے بجائے بیل بیٹھے ہیں فرمایا: ''إنا للّٰہ وإنا إلیہ راجعون'' اب لوگ علم دین پیٹ کے لیے پڑھنے لگے''۔

ہمارے اکابر کے لیے تعلیم وتدریس، تصنیف وتالیف، دعوت وارشاد اور امامت وخطابت کے مشاغل کبھی شکم پروری اور جاہ طلبی کا ذریعہ نہیں رہے، بلکہ یہ خالص دینی مناصب تھے اور بزرگوں کے اخلاص وتقویٰ، خلوص وللہیت، ذکر وشغل اور اتباع سنت نے ان مناصب کے وقار کو اور بھی چار چاند لگا رکھے تھے، لیکن افسوس ہے کہ کچھ عرصہ سے دینی مدارس کی روح دن بدن مضمحل ہوتی جارہی ہے، اساتذہ وطلبہ میں شب خیزی ذکر وتلاوت، زہد وقناعت، اخلاص وللہیت اور محنت وجان فشانی کی فضا ختم ہو رہی ہے، نماز فجر کے تلاوت قرآن کریم کی جگہ عام طور پر اخبار بینی لے رہی ہے، ریڈیو اور ٹی وی جیسی منحوس چیزیں جدید تمدن نے گھر گھر پہنچادی ہیں اور ہمارے دینی قلعے، دینی مدارس بھی ان وباؤں سے متاثر ہو رہے ہیں، یہ وہ خطرناک صورت حال ہے جس نے ارباب بصیرت اہل دل کو بے چین کر رکھا ہے، اللہ تعالیٰ ارباب مدارس کے لیے وسیلہ عبرت، نصیحت اور توجہ بنائے۔ (آمین)۔ آخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

☆☆☆